داڑھی واجب یا مستحب؟

ابو ریحان

نام کتاب:ــــــــــــــــــــــــــداڑھی واجب یا مستحب؟

تالیف:ــــــــــــــــــــــــــــــابوریحان

تنقیح وتصحیح:ــــــــــــــــــــــــــحافظ محمد جعفر

نظر ثانی:ــــــــــــــــــــــــمحمد رضوان حیدر

فہرست

نوٹ: احادیث کے تمام حوالہ جات اینڈرائیڈ سافٹ ویئر islam360 کے مطابق ہیں۔

امت میں داڑھی کے مواقف

اکثر علماء کہتے ہیں کہ داڑھی رکھنا مسلمان کیلیئے واجب ہے، کچھ علماء کہتے ہیں کہ سنت موکدہ ہے اور داڑھی نہ رکھنے والے کو فاسق مُعلِن (عَلانیہ فاسق) کہتے ہیں۔اسطرح عام آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیا امت مسلمہ کی اکثریت داڑھی نہ رکھنے کی وجہ سے گناہ کبیرہ کی مرتکب ہو رہی ہے؟.......اور کیا یہ سب فاسق ہیں؟.....دراصل داڑھی کے حوالے سے علماء میں اختلاف ہے اور بنیادی طور پر اس حوالے سے امت میں دو موقف پائے جاتے ہیں۔

1۔داڑھی واجب ہے

2۔داڑھی سنن زوائد (امورِ عادیہ) میں سے ہے

داڑھی واجب ہے

ایک موقف یہ ہے کہ داڑھی بڑھانا واجب ہے۔اس موقف کو بالخصوص برصغیر میں پذیرائی حاصل ہے۔اگرچہ پہلے دور کے علماء کے ہاں بھی یہ موقف ملتا ہے۔لیکن بعد میں آنے والوں نے اس میں بہت شدت اختیار کی۔حتیٰ کہ داڑھی ایک مٹھی تک بڑھانا واجب قرار دیا اور اس طرح ان کے نزدیک داڑھی ترشوانا ایک حرام فعل ٹھہرا،اور داڑھی ترشوانے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب قرار پایا۔انہوں نے تمام داڑھی کٹوانے والے لوگوں کو فاسق معلن (عَلانیہ فاسق) قرار دیا، نیز ایسے شخص کے لئے امامت کروانا یا اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی جائز نہیں سمجھا جاتا۔

داڑھی سنن زوائد میں سے ہے

دوسرا موقف یہ ہے کہ داڑھی بڑھانا سننِ زوائد (امورِ عادیہ) میں سے ہے۔ سنن زوائد وہ سنتیں ہیں جن کا تعلق نبی کریم ﷺ کی عادات مبارکہ سے ہے۔ جیسا کہ زلفیں رکھنا، سرمہ لگانا، جبہ اور عمامہ پہننا وغیرہ۔.......... ایسی سنتوں پر عمل کرنا ثواب کا باعث تو ہوسکتا ہے، لیکن ان پر عمل نہ کرنا گناہ کا باعث نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ امورِ عادیہ ہیں نہ کہ دینی امور، جیسے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، تبلیغ دین، والدین کے ساتھ حسن سلوک، ہمسایوں اور اقرباء ومساکین کی ضرورتوں کا بقدر استطاعت خیال رکھنا اسی طرح شرک، قتل، دھوکا دہی، جھوٹ، چغلی، بدگمانی وغیرہ جیسے قبیح گناہوں سے بچنا۔ یعنی ان علماء کے نزدیک داڑھی رکھنا ایک مستحب سنت یعنی پسندیدہ عمل ہے۔ اور اگر داڑھی نہ رکھی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

نوٹ: اس تحریر میں داڑھی سے متعلق دونوں مواقف کو سامنے رکھتے ہوئے یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ جو لوگ داڑھی کو واجب مانتے ہیں کیا ان کے پاس وجوب کی دلیل ہے؟ .... اگر واقعی دلیل اس درجے کی ہوئی جس درجے کی دلیل وجوب کے لئے درکار ہوتی ہے تو پھر یقیناً داڑھی واجب ٹھہرے گی اور داڑھی ترشوانے والا شخص واقعی فاسق یا گناہگار ٹھہرے گا۔ بصورت دیگر داڑھی مستحب یعنی سنن زوائد یا امورِ عادیہ میں شمار ہوگی۔ تاہم مستحبات یا امور عادیہ کا اصول یہی ہے کہ اگر انہیں کرلیا جائے تو اجر ملے گا لیکن اگر نہ کیا جائے تو اس پر گناہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا اگر داڑھی مستحب یا امورِ عادیہ میں ثابت قرار پاتی ہے تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جیسے کوئی انسان دوسرے امور عادیہ مثلاً سرمہ لگانا، سر کے بال رکھنا، عمامہ اور جبہ پہننا، اونٹ پر سواری کرنا وغیرہ کو ترک کرنے پر گناہ کا مرتکب نہیں ٹھہرتا بعینہٖ اگر کوئی شخص داڑھی نہیں رکھتا یا ترشواتا ہے تو وہ بھی گناہ کا مرتکب نہیں ہوگا۔

داڑھی اور قرآن

سب سے پہلی بات یہ کہ داڑھی کا پورے قرآن میں صریحاً کوئی حکم موجود نہیں البتہ داڑھی کے وجوب کے لئے عموماً قرآن کے دو مقامات کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔آیئے دیکھتے ہیں کہ ان میں کیا بات بیان ہوئی ہے۔

ا۔حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے واپس اپنی قوم میں تشریف لاتے ہیں اور قوم کو دوبارہ شرک میں مبتلا دیکھ کر شدید غصے میں آ کر اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بالوں کو پکڑ کر کھینچتے ہیں تو اس وقت حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا ''اے میرے بھائی! میری داڑھی اور میرے سر کے بالوں کو نہ کھینچ'' .... دیکھئے:

﴿قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَآءِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي﴾

''(ہارونؑ) نے کہا اے میرے ماں جائے! میری داڑھی نہ پکڑ اور سر کے بال نہ کھینچ، مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ تو آ کر کہے گا کہ تم نے بنی اسرائیل می تفرقہ ڈال دیا'' (طٰہٰ ۲۰: ۹۴)

اس آیت میں حضرت ہارون علیہ السلام اپنی داڑھی کا ذکر کرتے ہیں جس سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کی داڑھی تھی۔یعنی داڑھی کا صرف ''تذکرہ'' ملتا ہے اور وہ بھی حضرت ہارون علیہ السلام کی زبانی، نہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے داڑھی رکھنے کے بارے کوئی حکم۔اور کسی چیز کے ''تذکرے'' سے

اس کا وجود تو ثابت ہوتا ہے لیکن وجوب یا حکم نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ کسی چیز کے محض تذکرے سے استحباب تو ثابت ہوتا ہے لیکن وجوب نہیں، وجوب کے لئے حکم درکار ہوتا ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ رسول اللہ نے پانچ نمازوں کے علاوہ تہجد کی نماز بھی ادا فرمائی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ رسول اللہ نے کچی اینٹوں اور کھجور کے پتوں سے مسجد تعمیر فرمائی، اونٹوں پر سفر کیا، تلوار سے قتال کیا، اور اپنے معاشرے کا مخصوص لباس زیب تن فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ مزید مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن ان تمام مثالوں پر عمل پیرا ہونے کا کوئی حکم موجود نہیں اور نہ ہی مسلم امہ میں کوئی ایسا شخص ہے جو اس کا قائل ہو یا ان پر عمل پیرا ہو۔ مطلب یہ کہ جیسے مذکورہ مثالوں کے بارے تذکرہ تو موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر عمل کیا لیکن چونکہ ان میں سے کسی کے بارے کوئی حکم موجود نہیں، بالکل ایسے ہی قرآن میں بھلے داڑھی کا ذکر موجود ہے لیکن چونکہ اللہ کی طرف سے حکم نہیں دیا گیا اس لئے اس آیت سے داڑھی کا حکم اخذ نہیں کیا جا سکتا، بصورت دیگر پھر اوپر مذکورہ مثالوں کو بھی واجب ماننا پڑے گا۔

۲۔ خِلقت میں تبدیلی

دوسرا مقام سورہ النساء کی آیت ۱۱۹ ہے، جہاں سے داڑھی کی فرضیت ثابت کی جاتی ہے وہاں پر شیطان کے حوالے سے یہ بات نقل ہوئی ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی تخلیق کو بدلنے کا حکم دے گا (وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ) آیت کو اس کے سیاق سباق میں دیکھیں تو یہ بات بڑی واضح ہے کہ اس آیت سے پہلے شرک کی بات چل رہی ہے۔ یہ موضوع آیت ۱۱۶ سے شروع ہوا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا. اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا.

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ۙ‏ . وَّلَاُضِلَّنَّهُمۡ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ﴾

''بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، اور اس کے علاوہ (دوسرے گناہوں) کو بخش دے گا جس کے لئے چاہے گا۔ اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا وہ بہک کر بہت دور جا پڑا (116) وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر مونثوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو (117) جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس نے کہا کہ میں ہر صورت تیرے بندوں سے ایک معین حصہ ہتھیا کے رہوں گا (118) اور میں انہیں راہ راست سے بھٹکا کر رہوں گا، اور انہیں خوب آرزوئیں دلاؤں گا، اور انہیں حکم دوں گا تو وہ چوپایوں کے کان چیر ڈالیں گے، اور انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی پیدا کریں گے'' (النساء 4:116-119)

سورہ النساء کی آیت 116 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ {اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ} ''بلا شبہ اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے'' اس کے بعد آیت 117 میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے معبودوں کی حقیقت بتائی ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو معبود بناتے ہیں (اِنۡ يَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا).

اس کے بعد آیت 119 میں شیطان کے تین شرکیہ ہتھکنڈوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ انہیں کن طریقوں سے گمراہ کرے گا۔ اس میں پہلا حربہ جو شیطان کی طرف سے بتایا گیا وہ یہ ہے کہ (وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ) ''میں انہیں آرزوؤں میں مبتلا کروں گا'' ..... اس میں ان جھوٹی آرزوؤں کی طرف اشارہ ہے جن میں مشرک اقوام بالعموم مبتلا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ مشرکین مکہ کا یہ عقیدہ کہ دنیا و آخرت کی نعمتیں ان دیوی دیوتاؤں کی سفارش سے ملتی ہیں جنہیں وہ پوجتے ہیں، اور یہود کا یہ وہم کہ وہ ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد ہیں اس لئے جنت ان کے حق میں لکھ دی گئی ہے۔ یہی معاملہ نصاریٰ کا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے

اپنے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو انسان کے ازلی گناہ کا کفارہ بنادیا ہے۔

ان شرکیہ آرزوؤں کے بعد شیطان نے دوسرا شرکیہ حربہ بتایا ہے کہ (وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ) ''میں انہیں حکم دوں گا تو وہ چوپایوں کے کان چیر ڈالیں گے'' چنانچہ مشرک قوموں میں یہ مشترک روایت رہی ہے کہ وہ مخصوص جانوروں کو ان کے کان چیر کر اپنے فرضی معبودوں کے نام بطور نذرانہ چھوڑ دیتی رہی ہیں۔ کان چیرنا اس نیت سے ہوتا تھا کہ دوسرے ان کو نذر سمجھ کر اس سے تعرض نہ کریں، ظاہر ہے یہ بھی ایک مشرکانہ عمل ہے۔ مولانا مودودیؒ تفہیم القرآن میں فرماتے ہیں۔

''اہل عرب کے توہمات میں سے ایک کی طرف اشارہ ہے۔ ان کے ہاں قاعدہ تھا کہ جب اونٹنی پانچ یا دس بچے جن لیتی تو اس کے کان چیر کر اسے اپنے دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے اور اس سے کام لینا حرام سمجھتے تھے۔ اسی طرح جس اونٹ کے نطفہ سے دس بچے ہو جاتے، اسے بھی دیوتا کے نام پر پن کر دیا جاتا تھا اور کان چیرنا اس بات کی علامت تھا کہ یہ پن کیا ہوا جانور ہے'' (تفہیم القرآن)

مطلب یہ کہ مشرکین کوئی فیشن یا خوبصورتی کے لئے کان نہیں چیرتے تھے بلکہ کان چیرنا اُس شرک کا علامتی اظہار ہوتا تھا جس کے لئے کان چیرے گئے۔ حافظ صلاح الدین یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں۔

یہ بحیرہ اور صائبہ جانوروں کی علامتیں اور صورتیں ہیں۔ مشرکیں ان کو بتوں کے نام سے وقف کرتے تو شناخت کے لئے ان کے کان وغیرہ چیر دیا کرتے تھے (تفسیر احسن البیان)

حافظ یوسف صاحب نے واضح کر دیا کہ کان چیرنا صرف شناخت کے لئے ہوتا تھا اصل کام وہ شرکیہ عقیدہ یعنی بتوں کے نام وقف کرنا ہوتا تھا۔.......... اسی طرح تیسری بات یا حربہ جس کا اس آیت میں تذکرہ ہوا ہے وہ بھی ایسا فعل ہے جس کے پیچھے کوئی شرکیہ عقیدہ ہو (وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ) 'اور انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی پیدا کریں گے''۔ تبدیلی خلقت پر مولانا

مودودیؒ فرماتے ہیں۔

''خدائی ساخت میں ردوبدل کرنے کا مطلب اشیاء کی پیدائشی بناوٹ میں ردوبدل کرنا نہیں ہے۔ اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے تب تو پوری انسانی تہذیب ہی شیطان کے اغوا کا نتیجہ قرار پائے گی۔ اس لیے کہ تہذیب تو نام ہی ان تصرفات کا ہے جو انسان خدا کی بنائی ہوئی چیزوں میں کرتا ہے۔ دراصل اس جگہ جس ردوبدل کو شیطانی فعل قرار دیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ انسان کسی چیز سے وہ کام لے جس کے لیے خدا نے اسے پیدا نہیں کیا ہے، اور کسی چیز سے وہ کام نہ لے جس کے لیے خدا نے اسے پیدا کیا ہے۔ بالفاظ دیگر، وہ تمام افعال جو انسان اپنی اور اشیاء کی فطرت کے خلاف کرتا ہے، اور وہ تمام صورتیں جو وہ منشائے فطرت سے گریز کے لیے اختیار کرتا ہے، اس آیت کی رو سے شیطان کی گمراہ کن تحریکات کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً عمل قوم لوط، ضبط ولادت، رہبانیت، برہمچرج، مردوں اور عورتوں کو بانجھ بنانا، مردوں کو خواجہ سرا بنانا، عورتوں کو ان خدمات سے منحرف کرنا جو فطرت نے ان کے سپرد کی ہیں اور انہیں تمدن کے ان شعبوں میں گھسیٹ لانا جن کے لیے مرد پیدا کیا گیا ہے، یہ اور اس طرح کے دوسرے بے شمار افعال جو شیطان کے شاگرد دنیا میں کر رہے ہیں، دراصل یہ معنی رکھتے ہیں کہ یہ لوگ خالق کائنات کے ٹھہرائے ہوئے قوانین کو غلط سمجھتے ہیں اور ان میں اصلاح فرمانا چاہتے ہیں'' (تفہیم القرآن)

حافظ صلاح الدین یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں۔

تغیر خلق اللہ کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے چاند سورج کو پتھر اور آگ وغیرہ اشیاء مختلف مقاصد کے لئے بنائی ہیں۔ لیکن مشرکین نے ان کے مقصد تخلیق کو بدل کر ان کو معبود بنا لیا۔ یا تغیر کا مطلب تغیر فطرت ہے یا حلت وحرمت میں تبدیلی ہے۔ اسی تغیر میں مردوں کی نس بندی اور اسی طرح عورتوں کے آپریشن کر کے انہیں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم کرنا ہے (تفسیر احسن البیان)

المختصر اللہ کی ساخت کو بدلنے سے اصلاً مراد اس فطرت اللہ کو بدلنا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمام خلائق کو

بنایا ہے۔یعنی خدانے جس فطرت پر انسان کو بنایا ہے،جس کا ذکر صحیحین کی حدیث میں ہے کہ ''کل مولود علی الفطرۃ'' یعنی ہر بچہ اسی فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔

پس اس آیت میں خلق اللہ کی تبدیلی سے مراد دین الٰہی کی تبدیلی ہے۔یعنی توحید کے بجائے شرک کے داعی اور علمبردار ہوں گے، پھر اسی کے تحت وہ سب چیزیں اختیار کرلیں گے جو فطرت کی تبدیلی کے حکم میں ہیں ۔مثلاً رہبانیت اور اس طرح کی دوسری خرافات ۔اسی طرح تغیر خلق اللہ سے مراد، اس غرض کی تبدیلی ہے جس غرض کیلیے اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو پیدا کیا ہے،مثلاً حیوانوں کو سواری کیلئے پیدا کیا لیکن بحیرہ سائبہ بنا کر ان کی پرستش کرنا تغیر خلق اللہ ہے۔سورج چاند کو انسان کیلئے مسخر کیا ان کی عبادت بھی تغیر خلق اللہ ہے ۔یہی معنی حسن ،ضحاک ،مجاہد،اور بہت سے ائمہ سے مروی ہیں ۔لہٰذہ اس کی تفسیر داڑھی تراشنے سے کرنا درست نہیں ،ورنہ داڑھی ترشوانے کو اگر فطری تخلیق کی تبدیلی میں شمار کیا جائے تو پھر اسطرح ناخن کاٹنا،سر کے بال ترشوانا،بغلوں کے بال،زیر ناف بال اور ختنہ بھی اسی زمرے میں آئیں گے ۔اسی طرح بعض امراض میں جانوروں کے کان چیر کر ان کا خون نکالا جاتا ہے جس سے جانور ٹھیک ہو جاتا ہے۔اگر محض جانوروں کے کان چیرنا ہی شرک کہلاتا تو پھر ان جانوروں کے کان چیرنا بھی شرکیہ فعل کہلائے گا۔لیکن ظاہر ہے کہ اس عمل کی نیت وہ نہیں جس کی بناء پر کوئی عمل شرکیہ ٹھہرتا ہے اس لئے یہ عمل شرکیہ نہیں ہو گا۔ایسے ہی سر کے بال ، داڑھی ،ناخن کاٹنا،وغیرہ اس زمرے میں نہیں آتے ۔

داڑھی احادیث کی روشنی میں

کتب احادیث میں روایات کا انداز عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ کسی ایک موضوع سے متعلق روایت کو بہت سارے لوگ بیان کرر ہے ہوتے ہیں لیکن وہ روایت اوپر کسی ایک ہی صحابی سے بیان ہوئی ہوتی ہے۔دوسری بات یہ کہ کسی روایت کا کچھ حصہ کسی ایک طریق میں اور بقیہ حصے دوسرے طُرق میں ملتے ہیں ، جب تک ان سب کو اکٹھا نہ کر لیا جائے تب تک بات واضح نہیں ہوتی کہ موقع کیا تھا؟..... مخاطب کون تھے؟....... حکم کی علت کیا تھی ؟..... یعنی حکم ابدی نوعیت کا تھا یا کہ وقتی۔اس لئے کسی حدیث کا مدعا متعین کرتے وقت اس موضوع کی تمام روایات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔بار ہا ایسا ہوتا ہے کہ آدمی حدیث کا ایک مفہوم سمجھتا ہے لیکن جب اس موضوع کی تمام روایات کو سامنے رک کر مطالعہ کیا جاتا ہے تو مفہوم بالکل دوسری صورت میں نمایاں ہو جاتا ہے۔اس کی ایک مثال تصویر سے متعلق روایتیں ہیں۔ان میں سے بعض کو دیکھئے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی تصاویر ممنوع قرار دی گئی ہیں، لیکن تمام روایتیں جمع کریں تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ممانعت کا حکم صرف ان تصویروں کے بارے میں ہے، جو پرستش کے لئے بنائی گئی ہوں۔

حدیث کے ذخیرے میں اسطرح کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔لہٰذا یہ ضروری ہے کہ کسی حدیث کے مفہوم میں تردد ہو تو اس باب سے متعلق تمام احادیث کو جمع کیے بغیر اس کے بارے کوئی حتمی رائے قائم نہ کی جائے۔اس لئے ہم داڑھی سے متعلق تمام احادیث کے طُرق کا حوالہ دیں گے جن میں ایک ہی بات دہرائی گئی ہے،اور حدیث جس صحابی سے شروع ہو رہی ہوگی اس صحابی کا نام بھی لکھیں گے تا کہ یہ

بھی واضح ہو سکے کہ اصلاً اس موضوع سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتنی احادیث مروی ہیں۔

دوسری بات یہ کہ جیسے قران میں ہر حکم کی نوعیت ایک جیسی نہیں ہوتی یعنی کوئی حکم مطلقاً مقصود ہوتا ہے جیسے کہ نماز والدین اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک ،سچ بولنا ،شرک سے بچنا وغیرہ.........اور کچھ احکامات مشروط بالشرائط ہوتے ہیں مطلب یہ کہ شرط پوری ہونے پر لاگو ہوتے ہیں،اور اگر شرط پوری نہ ہو رہی ہو تو ایسے احکام لاگو ہی نہیں ہوتے۔......... جیسے حج کی ادائیگی استطاعت کے ساتھ اور زکوٰۃ کی ادائیگی نصاب کے ساتھ مشروط ہے۔اور مردار کھانے کی اجازت اضطرار کے ساتھ مشروط ہے۔........... بعض احکام خاص لوگوں سے متعلق ہوتے ہیں جیسے تہجد کی نماز اور گیارہ شادیوں کی اجازت صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے ....اسی طرح احادیث میں داڑھی کے بارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو اقوال واحکامات آئے ہیں ان کے وجوب اور نوعیت کے بارے بھی جاننا لازم ہے کہ ان احکامات کی نوعیت لازمی ہے یا اختیاری (Optional) یعنی نصیحت۔اور اگر لازمی ہے تو پھر یہ حکم مطلقاً مقصود ہے یا خاص حالات سے مشروط ایک (Conditional) حکم ہے، یا خاص لوگوں سے متعلق ہے۔

داڑھی کے بارے سارے ذخیرہ احادیث میں کل تین روایات ہیں جو اس موضوع سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں باقی سب ان کے طُرق ہیں۔ہم یہاں ترتیب سے ہر روایت کے تمام طُرق کو اکٹھا کر کے قطع نظر اس سے کہ ان روایات کی سند کا کیا مقام ہے،صرف متن کے لحاظ سے اس بات کا جائزہ لیں گے کہ ان میں کیا بات بیان ہوئی ہے،اور اس کی نوعیت کیا ہے۔

❁❁❁❁❁❁

۱۔کسریٰ کے سُفَراء کی داڑھیاں چھوٹی اور مونچھیں لمبی

ایک روایت کے مطابق کسریٰ کے سُفَراء نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کیلئے آتے ہیں جنہوں نے اپنی وضع قطع اس طرح بنا رکھی تھی، جس طرح ہمارے ہاں بھی اوباش لوگ رکھتے ہیں۔ گویا گھٹی ہوئی داڑھیوں کے ساتھ چڑھی ہوئی مونچھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا۔

”تم نے یہ کیا صورت بنا رکھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے آقا (بادشاہ) نے ہمارے لئے یہی صورت پسند فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اللہ نے جو میری فطرت بنائی ہے، اور اس میں جو احکام رکھے ہیں، اس میں یہ صورت پسندیدہ نہیں ہے“ (تاریخ ابن جریر، البدایہ ولنہایہ)

یہ تاریخ کی روایت ہے، محدثین نے اسے سرے سے قبول ہی نہیں کیا۔ لیکن اگر اس کو بعینہٖ دیکھا جائے تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داڑھی رکھنے کا کوئی حکم نہیں فرمایا، صرف داڑھی کی اخلاقاً وضع قطع کی درستگی کی طرف توجہ دلائی ہے۔

۲۔داڑھی فطرت میں سے ہے

دوسری روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، یعنی اس کے جتنے طُرق ہیں وہ سارے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ اس میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”دس چیزیں فطرت میں سے ہیں ۱۔مونچھیں کاٹنا، ۲۔داڑھی بڑھانا، ۳۔مسواک کرنا، ۴۔ناک میں پانی ڈالنا، ۵۔ناخن کاٹنا، ۶۔انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، ۷۔بغل کے بال اکھیڑنا، ۸۔ناف کے نیچے کے بال مونڈنا، ۹۔پانی سے استنجاء کرنا....... زکریا نے کہا: مصعب نے بتایا: دسویں چیز میں بھول گیا ہوں لیکن وہ کلی کرنا ہوسکتا ہے۔ قتیبہ نے یہ اضافہ کیا کہ وکیع نے کہا: انتقاص الماء کے معنی استنجا کرنا ہیں“ (صحیح مسلم: ۶۰۴)

اس حدیث میں راوی دسویں چیز کے بارے اشکال کا اظہار کرتا ہے، یہی صورت حال اس حدیث کے باقی طُرق کی ہے، دیکھئے:

''زکریا نے کہا کہ مصعب کہتے ہیں: میں دسویں چیز بھول گیا، ہوسکتا ہے وہ کلی کرنا ہو'' (ابن ماجہ: ۲۹۳)

''مصعب راوی کہتے ہیں: میں دسویں چیز بھول گیا ہوں، لگتا ہے کہ وہ کلی ہوگی'' (مسند احمد: ۲۵۵۷۴)

''زکریا کہتے ہیں: مصعب نے کہا: میں دسویں چیز بھول گیا، شاید کلی کرنا ہو'' (سنن ابوداود: ۵۳، ۵۴)

حدیث کا مسلمہ اصول ہے کہ راوی اگر اپنے اختلاف کا اظہار کرتا ہے یا اپنے حافظے کی اس طرح کی کسی صورت کا شکار ہوتا ہے تو یہ گویا اس کا ضعف ہے۔ اس میں دس چیزیں جو بیان کی گئی ہیں ان میں مضمضہ (کلی کرنا) کو شامل بھی کرلیں تو اس میں ایک اتنی اہم چیز شامل نہیں جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، جس کا صحیح ترین روایات میں ذکر ہے وہ ہے ختنہ (صحیح بخاری: ۶۲۹۷، صحیح مسلم: ۵۹۸) جس پر سارے مسلمانوں کا متواتر عمل ہے، وہ اس میں بیان ہی نہیں ہوا۔

اب اسی روایت کو ایک اور راوی ایک دوسرے طریقے سے بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہاں اصل میں داڑھی تھی نہیں وہاں ختنہ تھا (مشکوٰۃ المصابیح: ۳۷۹) قرین قیاس بات بھی یہی ہے، کیونکہ جو صحیح ترین روایات ہیں جن میں پانچ چیزوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فطرت بیان کیا ہے۔ ان میں ختنہ شامل ہے اور مسلمانوں میں اسی حیثیت سے جاری بھی ہے۔ اس روایت پر کس عقیدے اور کس حلت و حرمت کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر اس روایت کو بغیر کسی جرح ونقد کے بعینہ قبول کرلیا جائے ،تب بھی اس سے مطلب صرف یہی نکلتا ہے کہ داڑھی ایک فطری چیز ہے۔

یعنی جیسے باقی ۹ چیزیں فطری ہیں بالکل اسی طرح داڑھی بھی ایک فطری چیز ہے۔ اور اگر داڑھی کو واجب مانیں تو پھر اس روایت میں موجود باقی تمام چیزوں یعنی مونچھیں کاٹنا، مسواک کرنا،

ناک میں پانی ڈالنا، ناخن کاٹنا، انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، ناف کے نیچے کے بال مونڈنا، پانی سے استنجاء کرنا سب کو واجب ماننا پڑے گا ، حالانکہ ایسا موقف کسی کے نزدیک درست نہیں۔

۳۔داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کم کرو

تیسری حدیث تین صحابہ سے مروی ہے، پہلی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبید اللہ نے نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا:

''مونچھیں اچھی طرح تراشو اور داڑھیاں بڑھاؤ'' (صحیح مسلم:۲۰۰،۲۰۱، صحیح بخاری:۵۸۹۳، سنن نسائی:۵۲۲۸، ترمذی:۲۷۶۳، مسند احمد: ۴۶۵۴،۵۱۳۵)

دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مونچھیں اچھی طرح منڈواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ'' (مسند احمد: ۲ ۱۳۷،۸۷۶۴،۹۰۱۴)

اگر یہ روایت صرف اتنی ہی ہوتی تو پھر اس سے واقعی داڑھیاں بڑھانے کا حکم نکلتا تھا لیکن اس روایت کے بقیہ طُرق دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں پوری روایت کا صرف ایک حصہ بیان ہوا ہے۔ نیچے اس حدیث کے وہ طرق پیش خدمت ہیں جن میں اس حدیث کا بقیہ حصہ بھی بیان ہوا ہے۔

۞۞۞۞۞۞

کفار کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مشرکوں کی مخالفت کرو، مونچھیں اچھی طرح تراشو اور داڑھیاں بڑھاؤ" (صحیح مسلم: ۶۰۲، مشکوٰۃ: ۴۴۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

"مونچھیں اچھی طرح کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ، مجوس کی مخالفت کرو" (مسلم: ۶۰۳، مسند احمد: ۸۷۷۱)

"داڑھیاں بڑھاؤ، مونچھیں کٹاؤ اور اپنے سفید بالوں کو تبدیل کرو اور اس طرح یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار نہ کرو" (مسند احمد: ۸۶۵۷)

"یہود و نصاریٰ اپنی داڑھیاں نہیں رنگتے، لہٰذا تم ان کی مخالفت کرو، یعنی انہیں خضاب سے رنگا کرو" (سنن ابوداؤد: ۴۲۰۳)

"یہود اور نصاریٰ (بالوں کو) رنگ نہیں لگاتے تم ان کی مخالفت کرو" (صحیح مسلم: ۵۵۱۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے پہلے طُرق میں صرف اتنی بات بیان ہوئی کہ "داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ"..... دوسرے طُرق میں "مشرکین کی مخالفت پر داڑھیاں بڑھانے اور مونچھیں کم کرنے" کا حکم ہے۔...... جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں "داڑھیاں بڑھانے اور مونچھیں کم کرنے اور مجوس کی مخالفت" کے ساتھ "سفید بالوں کو خضاب" لگا کر یہود و نصاریٰ سے امتیاز اختیار کرنے کی بات ہوئی ہے۔

پہلی روایات سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داڑھیاں بڑھانے کا مطلق حکم فرما رہے ہیں، لیکن ان طُرق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین، مجوس اور یہود کی مخالفت میں داڑھیاں بڑھانے کا حکم فرما رہے ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے مابین ان سے امتیاز قائم فرمانا چاہتے ہیں

۔لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ابو جہل مشرک تھااوراس نے بھی داڑھی رکھی ہوئی تھی (بخاری :3962,3963)اسطرح اگر مشرکین سے ظاہری مخالفت کی بات کی جائے تو پھر داڑھیاں کٹوانے کا حکم ہونا چاہئیے تھا۔لیکن روایت ہی سے ظاہر ہے کہ داڑھیاں بڑھانے کا حکم دیا جارہا ہے۔مطلب یہ کہ محض داڑھی رکھنے یا نہ رکھنے کا معاملہ نہیں،اور نہ ہی مشرکین،مجوس اور یہودونصاریٰ سے مطلق مخالفت مراد ہوسکتی ہے۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ کسی دینی عقیدے کے طور پر نہیں بلکہ کسی خاص مصلحت کے باعث مشورے کے طور پر فرمائے ہوں گے۔بات کو سمجھنے کے لئے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو دیکھتے ہیں جس میں اوپر مذکورہ تمام روایات سے زیادہ تفصیل موجود ہے۔

اہل کتاب کی مخالفت کرو

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے عمر رسیدہ لوگوں کے پاس تشریف لائے،ان کی داڑھیاں سفید ہوچکی تھیں،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے انصار کی جماعت!اپنی داڑھیوں کو سرخ اور زرد کیا کرواور اہل کتاب کی مخالفت کیا کرو........انہوں نے کہا:اے اللہ کے نبی!اہل کتاب تو شلواریں پہنتے ہیں،تہبند نہیں پہنتے،نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم شلواریں بھی پہنا کرو اور تہبند بھی اور اہل کتاب کی مخالفت کرو........ انہوں نے کہا:اے اللہ کے نبی!اہل کتاب موزے پہنتے ہیں اور جوتے نہیں پہنتے،نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم موزے بھی پہنو اور جوتے بھی اور اہل کتاب کی مخالفت کرو......... انہوں نے کہا:اے اللہ کے نبی!اہل کتاب اپنی داڑھیاں تراشتے ہیں اور مونچھیں لمبی کرتے ہیں،نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔(مسند احمد: ۲۲۶۳۹)

اس روایت میں یہودونصاریٰ کی داڑھیوں کا بھی ذکر ہوا ہے کہ "اہل کتاب اپنی داڑھیاں تراشتے

ہیں اور مونچھیں لمبی کرتے ہیں، تم اپنی مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ'' روایت کے الفاظ سے ہی یہ بات بھی معلوم ہورہی ہے کہ یہود کی داڑھیاں تھیں لیکن وہ اپنی داڑھیوں کو تراشتے یعنی کم کرتے تھے اور مونچھوں کو بڑھاتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تم ان سے مخالف کرو، یعنی داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کم کرو۔ یعنی معاملہ داڑھی رکھنے یا نہ رکھنے کا نہیں بلکہ داڑھی کی ہئیت کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو یہود کی داڑھیوں سے مخالف ہئیت اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ یہی طریقہ بقیہ احکام میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ اہل کتاب موزے پہنتے تھے اور جوتے نہیں پہنتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم موزے بھی پہنو اور جوتے بھی پہنو۔۔۔۔۔۔۔ اہل کتاب شلواریں پہنتے تھے لیکن تہبند نہیں پہنتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم شلواریں بھی پہنو اور تہبند بھی پہنو۔۔۔۔۔۔۔ اہل کتاب اپنے بالوں کو رنگتے نہیں تھے یعنی خضاب نہیں لگاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بالوں کو خضاب لگایا کرو۔

اب اگر اس روایت کو سامنے رکھے بغیر یا دوسری روایات میں داڑھی کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جملے ''داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو'' کی علت کو جانے بغیر داڑھی کو مطلقاً واجب مانا جائے تو پھر اس روایت میں موجود باقی تمام احکام جیسے ''داڑھی اور سر کے سفید بالوں کو خضاب لگانا'' ...... ''شلوار اور تہبند پہننا'' .... اور اسی طرح ''موزے اور جوتے پہننا'' .... ان تینوں احکام کو بھی واجب ماننا پڑے گا، اور اس پر عمل نہ کرنے والا گناہگار ٹھہرے گا۔ درانحالیکہ امت میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

صحابہ مٹھی سے زائد داڑھی ترشواتے تھے

دوسری بات داڑھی کا وجوب روایات میں موجود الفاظ ''داڑھیاں بڑھاؤ'' سے اخذ کیا جاتا ہے۔ بلکہ بعض روایات میں تو (اعوفی اللحیٰ) ''داڑھیوں کو معاف کرو'' جیسے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اگر اس حکم کو مطلقاً سمجھا جائے تو ان الفاظ کے مطابق داڑھی کو کاٹنا بلکہ قینچی یا استرا لگانا بالکل ممنوع قرار پاتا ہے۔ لیکن جب ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھتے ہیں اور خصوصاً ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف جن سے خود ''داڑھیاں بڑھاؤ'' والی مذکورہ روایات مروی ہیں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم بالاتفاق ایک مٹھی سے زائد داڑھی کو کاٹ دیا کرتے تھے۔ امام بخاریؒ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو مونچھیں باریک کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو مقدار زیادہ ہوتی اس کو کاٹ دیتے'' (بخاری: رقم 5892)

موطا میں امام مالکؒ روایت کرتے ہیں کہ:

''نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب حج یا عمرہ میں سر منڈاتے تو داڑھی اور مونچھوں کو کاٹتے'' (موطا امام مالک: ۸۹۱)

المصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

''ابوزرعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور مٹھی سے زائد داڑھی کو کاٹ دیتے تھے'' (مصنف ابی بکر ابن ابی شیبہ: ۲۶۰۸۵)

''سماک بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے چہرے کے قریب سے داڑھی کاٹتے تھے (یعنی خط بناتے تھے)'' (امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہؒ متوفی 238، المصنف)

''حضرت حسن رضی اللہ عنہ مٹھی سے زائد داڑھی کو کاٹ دیا کرتے تھے'' (ابن ابی شیبہ: جلد ۸ ص ۳۷۵)

حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم یہ دونوں صحابہ داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کم کروالی روایت کے خود راوی ہیں، لیکن وہ اپنی داڑھیوں کو پست کر رہے ہیں۔ اب یہ ناممکن بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی حکم مطلقاً دیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی صحابہ رضی اللہ عنہم اور خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو امت تک پہنچانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم خود اس بات کے خلاف عمل کریں.......... دراصل مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنے کے عمل سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر داڑھی کو مطلقاً بڑھانا مقصود نہیں تھا، بلکہ ضرور اس کی کوئی دوسری علت ہوگی۔ ورنہ ایک صحابی رسول سے اس کے خلاف عمل کا ارتکاب ممکن نہیں، خصوصاً اس صورت میں جب اسی ''داڑھیاں بڑھانے اور مونچھیں پست کرنے'' والی روایت کے وہ خود راوی ہوں۔

جو علماء اس روایت سے داڑھی کے مطلقاً بڑھانے کا استدلال کرتے ہیں اور مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنے کو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ذاتی فہم قرار دیتے ہیں دراصل وہ بالواسطہ طور پر یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فہم اتنا ناقص تھا کہ خود ہی بات بیان کر کے اس کی مراد نہ سمجھ سکے۔ اور ان کا ایمان اسقدر کمزور تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داڑھیاں بڑھانے کے حکم کے باوجود سب کے سامنے داڑھی کاٹتے تھے۔ (العیاذ باللہ) گویا اسطرح وہ ایک صحابی رسول کے ایمان اور فہم کو اپنے ایمان اور فہم سے کمتر سمجھ رہے ہوتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞

۴۔مَنۡ تَشَبَّهَ بِقَوۡمٍ فَهُوَ مِنۡهُمۡ

داڑھی کے استدلال میں ایک اور مشہور روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(مَنۡ تَشَبَّهَ بِقَوۡمٍ فَهُوَ مِنۡهُمۡ) (ابوداؤد:4031)

''جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے ہوا''

یعنی جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ان میں ہی شمار ہوتا ہے۔اس حدیث سے بھی یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کی ہر معاملے میں مطلقاً مشابہت سے بچنے کا حکم فرمایا،اس لئے ہمیں داڑھی رکھنی چاہیئے۔

ہم نے ابھی دیکھا کہ ایک روایت کے مطابق ابو جہل نے بھی داڑھی رکھی ہوئی تھی (بخاری : رقم3962, 3963) تو پھر اس کی مخالفت میں کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے داڑھی رکھنا چھوڑ دیا تھا۔مزید یہ کہ جن معاملات میں ابھی اللہ کی طرف سے راہنمائی نہ آئی ہوتی ایسے معاملات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمومی طریقہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصاریٰ کے طریقہ کو اپنانا پسند فرماتے۔چنانچہ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث (صحیح بخاری: ۵۹۱۷، ۳۵۵۸، ۳۹۴۴،صحیح مسلم: ۲۰۶۲) کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالوں کی مانگ نکالنے میں مشرکین کی بجائے اہل کتاب کے طریقہ کو ترجیح دی اور انہی کے طریقہ کو اپنایا۔

اسی طرح داڑھی کاٹنا سکھوں کے یہاں جرم اور رکھنا فرض ہے۔آج انٹرنیٹ کی بدولت ہم باآسانی پوری دنیا کے مذاہب جن میں ہندو، پارسی ، یہودی،عیسائی سب کی داڑھیوں کو ملاحظہ کر سکتے ہیں تو پھر کیا مسلمانوں کو ان کی مخالفت میں داڑھی رکھنا چھوڑ دینا چاہئے۔اور مزید یہ کہ شلوار قمیص،شیروانی

اور واسکٹ ہندوؤں، چوہدریوں اور راجوں کا لباس ہے صحابہ رضی اللہ عنہما کا لباس نہیں، مگر ہمیں یہاں مشابہت نظر نہیں آتی۔

آج ٹیکنالوجی کی بدولت ہمیں زندگی کی اتنی آسائشیں میسر ہیں کہ اب ان کے بغیر شاید زندگی گزارنا ممکن نہ ہو جیسے بجلی، مشینیں، گاڑیاں، ادویات، موبائل، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، گھریلو ضروریات کی جملہ اشیاء یہ سب کفار کی محنت کا ہی نتیجہ ہیں تو کیا مخالفت میں ان سب کے استعمال کو ترک کر دینا چاہیئے؟

ہم دیکھتے ہیں کہ ان مثالوں کے مطابق نہ صرف امت کا طریقہ مذکورہ حدیث کے منافی ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود اپنا عمل بھی اس حدیث کے خلاف ہے۔ یہ ناممکن بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل خود ان کے اپنے قول کے منافی ہو۔ یہ ہمارے سمجھنے کی خامی ہے۔ جب ہم کسی ایک حدیث کو یا کسی حدیث کے چند الفاظ کو دیکھ کر کوئی حکم اخذ کریں گے تو ہمیں اسی طرح تضاد نظر آئے گا۔ کسی حکم کو بہتر سمجھنے کا طریقہ یہی ہے کہ ایک موضوع سے متعلق تمام احادیث کو سامنے رکھ کر ان کے پس منظر اور علت جانتے ہوئے حکم اخذ کیا جائے۔

❁❁❁❁❁❁

احکام کی علت

ویسے تو دین میں کسی حکم پر عمل کرنے کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی علت بھی لازمی معلوم ہو۔لیکن مذکورہ روایات میں چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داڑھی اوراس کے علاوہ چیزوں کے بارے جواحکام فرمائے وہ مطلقاً نہیں بلکہ یہود،مشرکین یا مجوس کی مخالفت میں فرمائے۔ہم نے تمام احادیث کوبغور دیکھا کہ کسی ایک حدیث میں بھی راوی اس بات کی وضاحت مہیا نہیں کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر مخالفت کی کیا وجہ تھی۔ ہمارے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر ان احکامات کی درج ذیل وَجوہ ہوسکتی ہیں۔تاہم یہ ضروری نہیں کہ یہی حتمی وجوہ ہوں۔اس لئے قارئین کا ان وجوہ سے متفق ہونا ضروری نہیں،تاہم یہ بات ہم واضح کرآئے ہیں کہ کفار سے مشابہت میں مطلق امتیاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر بالکل نہیں تھا۔

بال رنگنے کی علت:

جہاں تک بال رنگنے کا معاملہ ہے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدینے کے یہود و نصاریٰ میں یہ بدعت رواج پا گئی تھی کہ بال رنگنے نہیں چاہییں کیونکہ یہ تقویٰ کے خلاف ہے،اس لئے کہ اللہ نے بال سفید کر دیئے ہیں تو سفید ہی رہنے چاہییں،یعنی وہ کوئی خضاب وغیرہ نہیں لگاتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہود اور اور نصاریٰ (بالوں کو) رنگ نہیں لگاتے تم ان کی مخالفت کرو(صحیح مسلم : ۵۵۱۰)

اکثر لوگوں کے بال سفید ہی ہوتے ہیں،لیکن بدعت کی اصلاح دوسری چیز ہے۔یعنی اگر کسی بدعت کی اصلاح مقصود تھی تو وہ کر دی گئی اور بدعت ختم ہوگئی۔اسطرح کے احکام ظاہر ہے حالات کے ساتھ مشروط ہوتے ہیں اگر وہ شرط ختم ہوگئی تو پھر حکم بھی لاگو نہیں رہتا۔اسی لیے بالوں کے خضاب لگانے کو کوئی بھی واجب نہیں مانتا۔جب اسلام پھیل گیا اور یہود و نصاریٰ موجود نہ رہے تو ان کی مخالفت بھی

باقی نہ رہی۔ جُوتوں اور مَوزوں کو بھی اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

کفار کی مخالفت میں داڑھیاں بڑھانے کی علت:

جہاں تک معاملہ داڑھی بڑھانے کا ہے تو پہلی بات تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو نئے سرے سے داڑھیاں رکھنے کا حکم نہیں فرمایا اور نہ ہی ایسا ہے کہ یہود، مشرکین یا مجوس داڑھی مُنڈے تھے بلکہ ہم پہلے بھی ذکر کر آئے ہیں کہ ابوجہل کی بھی داڑھی تھی۔ یعنی یہود و نصاریٰ، مشرکین، مجوس اور صحابہ رضی اللہ عنہما سب کی داڑھیاں پہلے سے موجود تھیں صرف فرق یہ تھا کہ یہود و نصاریٰ اور کسریٰ کے سفرا کی داڑھیاں چھوٹی اور مونچھیں لمبی تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وضع قطع کو دین یا اخلاق کے خلاف سمجھتے ہوئے اس کی درستگی فرمائی یعنی داڑھیاں بڑی اور مونچھیں چھوٹی کرنے کا شریفانہ انداز بتایا، کیونکہ اخلاقی لحاظ سے داڑھی چھوٹی اور مونچھ چھوٹی ہونے سے جو وضع قطع بنتی ہے وہ دین کے مزاج کے بالکل خلاف ہوتی ہے، یعنی ایک متکبرانہ وضع قطع، جیسے بعض اوباش لوگ جب تہبند باندھتے تھے تو اس کے لٹ چھوڑ دیتے تھے جو نیچے گھسٹتی رہتی، بٹن کھلے ہوتے تھے، ظاہر ہے کہ یہ لباس کا بہت متکبرانہ طریقہ ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> ''جو شخص تکبر کی وجہ سے تہبند گھسیٹتا ہوا چلے گا تو اللہ پاک اس کی طرف قیامت کے دن نظر بھی نہ کرے گا'' (صحیح بخاری: ۵۷۸۴)

لیکن یہاں بھی مسئلہ کوئی لباس کا نہیں، کہ دنیا کا ہر سلیم الطبع آدمی اچھی وضع قطع اپنائے گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''میرا تہبند ایک طرف ڈھیلا رہتا ہے'' تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> ''تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو ایسا غرور و تکبر کی وجہ سے کرتے ہیں'' (صحیح بخاری: ۵۷۸۴)

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ کسی دینی عقیدے کے طور پر نہیں بلکہ ہنگامی اور سیاسی طور پر ایرانیوں، یہودیوں سے مختلف رہنے کی تلقین فرمائی جسکی غایت یہی معلوم ہوتی ہے کہ

ابتدائے اسلام میں مسلمان تھوڑے تھے۔ پھر ایسا بھی ہوا کہ ہمسایہ ممالک نے تعصب کی راہ چل کر مسلمانوں کے کام میں رکاوٹیں کھڑی کیں اور دین کی اشاعت میں رکاوٹ بن گئے تو ایسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شناخت کی سہولت کے لئے دشمنوں کی مخالفت کی علت ٹھہرا کر وقتی طور پر ان سے ممتاز رہنے کے لئے ایسا حکم فرمایا ہو۔

مَنۡ تَشَبَّهَ بِقَوۡمٍ فَهُوَ مِنۡهُمۡ :

فرمانے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ دوران جنگ، اگر ہم کسی قوم پر حملہ آور ہوں اور اس قوم میں کوئی ایسا آدمی مکس اپ ہے جو کسی دوسرے ایسے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے جس سے ہماری جنگ نہیں یا اس کے ساتھ ہمارا کوئی امن کا معاہدہ ہے، تو اگر وہ مشتبہ شخص بھی اس یلغار میں مارا گیا ہے تو ہمارے ذمے نہ تو اس کا قصاص ہے اور نہ دیت، کیونکہ وہ ہمارے دشمنوں میں مکس اپ تھا اور ہمارے پاس کوئی ایسا آلہ نہیں تھا کہ جس کے ذریعے ہم اس کو پہچان کر الگ کر سکتے، اس شخص کو اس قوم میں نہیں ہونا چاہیئے تھا، اس حدیث میں "تشبہ" اصل میں مکس اپ ہونے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

مذکورہ دلائل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم "مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ" (بخاری: ۵۸۹۲) سے داڑھی کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایسا حکم جس کا انحصار کسی علت پر ہو، یعنی کسی خاص وجہ کی بنا پر وہ حکم دیا جائے، تو لازمی نہیں کہ وہ اس عمل کو واجب کرنے کے لئے ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو داڑھی بڑھانے کا حکم ارشاد فرمایا اس کی علت اور وجہ یہ تھی کہ یہود و نصاریٰ، مجوس یا مشرکین کی متکبرانہ داڑھیوں کی مخالفت میں شریفانہ وضع قطع اختیار کی جائے۔ چونکہ داڑھی کا حکم ان سب کی مخالفت کی خاطر دیا گیا لہٰذا یہ علت اور وجہ ہی اس بات کی دلیل ہے کہ داڑھی بڑھانے کا حکم اس کو واجب کرنے کے لئے نہیں ہے۔

داڑھی تراشنا اگر فرض یا واجب ہوتا تو اس کی ضرور کوئی سزا ہوتی۔ جیسے چوری پر ہاتھ کاٹنا، بدکاری کرنے

والے کے لئے کوڑے، اور قتل کرنے پر سزائے موت ہے۔ لیکن اللہ کے حبیب ﷺ نے داڑھی نہ رکھنے پر نہ صرف کوئی سزا یا تنبیہ نہیں فرمائی، بلکہ پورے ذخیرہ قرآن و حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے دور سے آج تک کسی عالم دین نے داڑھی کٹوانے پر سزا یا تعزیر کا حکم سنایا۔ لہٰذا داڑھی بڑھانے کو فرض یا واجب قرار دینا خود سے دین میں اضافہ کرنے والی بات ہے۔ اس طرح واضح ہوا کہ داڑھی بڑھانا فرض نہیں بلکہ مستحب ہے اور داڑھی رکھنے سے انسان اللہ کے ہاں اجر و ثواب کا مستحق تو ہو سکتا ہے لیکن داڑھی نہ رکھنے والا گناہ یا سزا کا حقدار نہیں ہو سکتا۔

علماء اور داڑھی کی شرعی حیثیت

دارالافتاء مصر کے علماء کے نزدیک بھی داڑھی سنن زوائد میں سے ہے۔ جامع الازھر کے سابقہ مفتی علی جمعہ صاحب اور دیگر علمائے الازھر کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ جامع الازھر اسلام کی سب سے قدیم علمی اور معتبر درسگاہ ہے۔ مصر اور سوڈان کے دیگر علمائے اہل سنت جو کہ شافعی اور مالکی ہیں، اسی طرح ترکی کے علمائے اہل سنت جو کہ حنفی ہیں، اور مسجد اقصیٰ کے امام جن کا تعلق بھی اہل سنت سے ہے، ان تمام کا موقف بھی یہی ہے۔ اسی طرح انڈونیشیا اور ملائشیاء میں علماء اور عوام اہل سنت عموماً داڑھی کے بغیر دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی شافعی ہیں۔ بلکہ برصغیر میں بھی کچھ اولیاء اور عظیم ہستیوں نے داڑھی کو ترک کیا ہے۔ اور فقہ حنبلی کے جید عالم دین علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلیؒ جو کہ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ نے بھی اپنی کتاب ''الشرح الکبیر'' میں لکھا ہے کہ داڑھی بڑھانا ایک مستحب اور پسندیدہ عمل ہے۔ (ج۱: ص۵) اس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم اسلام کے ان تمام علماء اور مشائخ کے نزدیک داڑھی بڑھانا واجب نہیں بلکہ سنن زوائد میں سے ہے۔

شبہات اور ان کی توضیح

شبہ 1: تمام انبیاء علیہم السلام صحابہ اور امت کے صلحا نے داڑھی رکھی لہٰذا ہمیں بھی داڑھی رکھنی چاہیے۔

جواب: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر سواری کی ہے، کچے مکان میں رہائش فرمائی اور کھجور کے پتوں سے مسجد نبوی بنائی ہے۔کوئی چاہے تو اپنی مرضی وخوشی سے یہ سب کام آج بھی کرسکتا ہے ممانعت نہیں ہے لیکن مذکورہ کام نہ کرنے والے کو گناہگار نہیں ٹھہرایا جا سکتا، اور نہ ہی کوئی عالم مذکورہ سنتوں پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے کسی کو گناہگار ٹھہراتا ہے۔ کیونکہ مذکورہ افعال سنن زوائد میں شمار ہوتے ہیں ۔اسی طرح داڑھی بھی سنن زوائد میں سے ہے۔

شبہ 2: آپ لوگوں سے فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا (آل عمران ۳:۳۱) نیز یہ کہ رسول جو تمہیں دے اسے لے لو (الحشر 7:59)

جواب: محققین وائمہ تفسیر کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس کام کا کرنا یا چھوڑنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدرجہ وجوب ثابت ہو اسی کا اتباع واجب ولازم ہے ۔اور جو بدرجہ استحباب ثابت ہو اس کا کرنا یا چھوڑنا بدرجہ استحباب رہے گا کہ اس کی خلاف ورزی گناہ نہ قرار دی جائے گی۔ (معارف القرآن) جبکہ ہم اوپر یہ واضح کر آئے ہیں کہ داڑھی امور عادیہ سے ہے، اور اگر کوئی عقیدتاً داڑھی رکھتا ہے تو بہت اچھی بات ہے، لیکن نہ رکھنے والے کو گناہگار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

شبہ 3: لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ، تم لوگوں کے لئے رسول اللہ کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ ہے (احزاب ۳۳: ۲۱)

جواب: اگر تو نمونہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی کو اپنانا مراد ہے تو اسے نہ تو کوئی مسلمان اپنا سکتا ہے اور نہ اپنانا چاہے گا۔آج کے ترقی یافتہ دور میں کون گاڑی کی بجائے اونٹوں پر سفر کرنے کو ترجیح دے گا۔کون ایئر کنڈیشنڈ والی ٹھنڈی مسجد کی بجائے کھجور کے پتوں سے بنی گرم مسجد کو ترجیح دے گا۔اور ایسا کہنے والوں میں کوئی ایک بھی ہے جو اس پر عمل پیرا ہو؟

شبہ 4: اللہ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں (بخاری: ۵۴۳۳)

جواب: داڑھی تراشنے کو عورتوں سے مشابہت کے معنوں میں لینا انتہائی نامعقول استدلال ہے۔ اس سے مراد مردوں کا خواجہ سرا بننا ہے۔عموماً مردوں کی زیادہ تعداد داڑھی کی نسبت بغیر داڑھی والوں کی ہوتی ہے۔لیکن کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتا کہ عورتوں سے مشابہت ہو رہی ہے۔

شبہ 5: داڑھی بڑھانے کا حکم متعدد احادیث میں صیغہ امر کے ساتھ وارد ہوا ہے۔لہٰذا ان احکام کی روشنی میں داڑھی سنت کی بجائے واجب کے درجے میں آتی ہے۔

جواب: بے شک احادیث میں داڑھی بڑھانے کے بارے میں صیغہ امر یعنی ''داڑھیاں بڑھاؤ'' کے الفاظ آئے ہیں۔لیکن اگر یہ الفاظ مطلقاً ہوتے تو واقعی داڑھی واجب ٹھہرتی اور اس کا ترشوانا گناہ ہوتا۔لیکن روایات سے ہی یہ بات واضح ہے کہ داڑھی کا حکم مطلق نہیں بلکہ مجوس یا اہل کتاب کی متکبرانہ داڑھیوں کی مخالفت میں شریفانہ وضع قطع سکھانے کے ضمن میں آیا ہے۔نیز اگر ان الفاظ سے داڑھی بڑھانے کا مطلقاً حکم لیا جائے تو پھر اسی حدیث میں باقی تینوں احکامات جیسے ''داڑھی اور سر کے سفید بالوں کو خضاب لگانا'' ''شلوار اور تہبند پہننا'' اور اسی طرح ''موزے اور جوتے پہننا'' ان پر عمل نہ کرنے والا بھی گناہگار ٹھہرے گا۔درانحالیکہ امت میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

شبہ 7: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داڑھی کی وضع قطع درست کروادی تو اس کا مطلب ہوا کہ آپ داڑھی کو سنت کی حیثیت سے امت میں جاری (endorse) کر رہے ہیں۔

جواب: اگر وضع قطع کی درستگی کو داڑھی بڑھانے (endorsement) پر محمول سمجھا جائے تو پھر ہمیں سر کے بالوں کے بڑھانے کو بھی واجب ماننا پڑے گا۔ اور سر کے بال کٹوانے والا بھی گنہگار ٹھہرے گا، کیونکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے اسے بال درست کرنے کا حکم فرمایا (ابوددو: 4062، نسائی: 5238، احمد: 14911)

شبہ 8: داڑھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس لئے ہمیں بھی داڑھی رکھنی چاہیئے۔

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داڑھی رکھی تھی۔ لیکن جہاں تک سنت کی بات ہے تو سنت عموماً دو معنوں میں معروف ہے۔ ایک لغوی اور دوسرے اصطلاحی معنی میں۔ لغوی سنت سے مراد ہر وہ عمل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا۔ مثلا اپنے علاقے کا مخصوص لباس جبہ زیب تن فرمایا........ اپنے تمدن کے رسم و رواج کو اپنایا مثلا عمامہ پہنا، سرمہ لگایا، زلفیں رکھیں اسی طرح داڑھی بھی رکھی ...... ایک انسان ہونے کے ناطے اپنے شخصی ذوق کے مطابق کھانے پسند فرمائے مثلاً کدو وغیرہ........ وقت اور حالات کے لحاظ سے میسر سواری یعنی اونٹ پر سفر کیا، تیر اور تلوار سے جہاد کیا، کھجور کے پتوں سے مسجد بنائی وغیرہ۔ انہیں سنن زوائد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عادی امور بھی کہا جاتا ہے۔ ان اعمال یا سنن کے بارے امت کا یہی موقف ہے کہ ان پر عمل کرنے سے انسان کو اجر تو ملے گا لیکن نہ کرنے والا گنہگار نہیں ٹھہرے گا۔

تاہم جب ہم لفظ ''قرآن وسنت'' بولتے ہیں تو اس سے وہ اعمال مراد ہوتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی حیثیت سے سرانجام فرمائے۔ مثلاً ہمیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن

اور رات میں پانچ نمازوں کے علاوہ نماز جمعہ،عیدین کی نمازیں ، حج بیت اللہ کی ادائیگی فرمائی ،زکوٰۃ ،صدقہ فطر،اعتکاف، کافروں سے قتال کیا، دین کی دعوت دی وغیرہ۔اسے اصطلاحی سنت کہتے ہیں۔ان سنن کے بارے امت کا یہی موقف ہے کہ یہ اپنی شرائط کے ساتھ ہر شخص پر لاگو ہیں اوران پر عمل نہ کرنے والا گناہگار ٹھہرے گا۔

شبہ 9: داڑھی معلوم القوم ہےاور تواتر سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے داڑھی رکھی تھی۔

جواب: اس بات سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے داڑھی رکھی تھی۔بالکل داڑھی معلوم القوم سے ثابت ہے،اسی لئے تو ہم داڑھی کو سنن زوائد میں شمار کرتے ہیں،ہم نے کب انکار کیا۔لیکن یہاں بات داڑھی کے ثبوت پر نہیں بلکہ داڑھی کے وجوب پر ہورہی ہے۔اور وجوب کے لئے حکم چاہیئے ہوتا ہے، یا کوئی عمل اجماع اور تواتر سے ثابت ہو،اور داڑھی تواتر سے تو ثابت ہے لیکن اس پر اجماع کہاں ہے؟........... ہم پیچھے اس بات کا ذکر کرآئے ہیں کہ دارالافتاء مصر کے علماء اور جامع الازھر کے سابقہ مفتی علی جمعہ صاحب اور دیگر علماء الازھر کا فتویٰ یہی ہے، کہ داڑھی بڑھانا فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔مصر اور سوڈان کے علماء، ترکی کے علمائے،مسجد اقصیٰ کے امام، انڈونیشیا اور ملائشیا کے علماء کا بھی یہی موقف ہے۔تو اس طرح داڑھی کے وجوب پر اجماع کہاں رہا؟....... وجوب تبھی ثابت ہوتا ہے جب کوئی چیز اجماع اور تواتر سے ثابت ہو۔یا دوسرے لفظوں میں جس کے خلاف کوئی دوسری رائے موجود نہ ہو۔

مثلا نماز سے پہلے رفع الیدین کو دیکھئے،اس کے خلاف کوئی بات موجود نہیں اوراس پر پوری امت میں اجماع ہےاور یہ امت کے تواتر سے ثابت ہے(یعنی احادیث کو دیکھے بغیر)لیکن جو رفع الیدین نماز کے اندر رکوع سے پہلے یا بعد میں کیا جاتا ہے،اس کے بارے ہم کہیں گے کہ یہ تواتر سے تو ثابت ہے یعنی امت کا ایک حصہ اس پر عمل پیرا ہے لیکن پوری امت کا تواتر نہیں یعنی ساری امت کا اس

پر اجماع نہیں، لہٰذا اس کو نہ کرنے والا گناہگار نہیں ہوگا یا اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔ تاہم نماز کے شروع میں جو رفع الیدین کیا جاتا ہے، اس کے بارے یہ موقف نہیں اپنایا جا سکتا۔

شبہ 10: حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی کے تذکرے سے تو الٹا داڑھی رکھنے کے موقف کو تقویت ملتی ہے کہ کیونکہ وہاں پر عدم داڑھی کا نہیں بلکہ داڑھی کا تذکرہ ہے، جسے داڑھی صاف کروانے کی بجائے داڑھی رکھنے پر محمول ہونا چاہئے۔

جواب: اس کا جواب یہی ہے کہ تذکرے سے وجود ثابت ہوتا ہے اور وجود سے استحباب کا اثبات ہوتا جبکہ وجوب کے لیے حکم یا اجماع وتواتر کی دلیل چاہئے جو قرآن وحدیث کے ذخیرہ میں نہیں ہے۔ بالفرض اگر کسی چیز کے تذکرے سے ہی وجوب ثابت کرنا ہے تو پھر احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرمہ لگایا ہے، جبہ اور عمامہ پہنا ہے، اونٹوں پر سفر کیا ہے وغیرہ۔ اسطرح یہ سب امور بھی واجب ٹھہریں گے اور ان پر عمل پیرا نہ ہونے والا بھی گنہگار ٹھہرے گا۔

شبہ 11: فطرت میں تبدیلی کا اطلاق صرف کان چیرنے پر نہیں کیا جا سکتا، کان چیرنے کا ذکر بالخصوص آیا ہے، تاہم عموم کے لحاظ سے فطرت میں تبدیلی کا اطلاق داڑھی صاف کرنے اور اس طرح کی دوسری چیزوں پر بھی لاگو ہوگا۔

جواب: اگر تغیر خلق اللہ سے مراد محض جسمانی ساخت میں تبدیلی ہے تو پھر سب سے پہلے فطرت والی روایت میں مذکور مونچھیں کاٹنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال اکھیڑنا، ناف کے نیچے کے بال مونڈنا یہ افعال اس نظریئے سے معارض ٹھہرتے ہیں۔ اب ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی بات سے رسول اللہ کی بات مخالف ہو۔ اس لئے آیت کا وہی مفہوم درست ہے جو مولانا مودودیؒ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

شبہ 12: داڑھی صاف کروانے کی دلیل نہ قرآن واحادیث وفطرت اور نہ ہی تواتر میں ہے۔

جواب: قرآن وسنت دین کا ماخذ ہیں اس لئےہمیں دین میں کسی چیز کی مشروعیت کے بارے جاننا ہوتوہمیں انہی مآخذ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ جو چیزیں فطری ہیں وہ فطری ہی کہلائیں گی، الاًیہ کہ ان میں سے کسی چیز کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود مشروع کر دیا ہو۔ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز کو مشروع قرار دے دیں تو پھر اسے اصطلاحی سنت میں شمار کیا جا تا ہے، نہ کہ فطرت میں۔........ تواتر کسی چیز (علم وعمل) کے منتقل ہونے کا ذریعہ ہے۔

ہم نے دیکھا کہ قرآن نے داڑھی کو کسی جگہ بھی مشروع نہیں ٹھہرایا، تاہم حضرت عبداللہ بن عمر کی روایات میں (داڑھیاں بڑھاو) کے الفاظ ضرور صیغہ امر کے ہیں۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت کے دوسرے طُرق دیکھنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ کے پیش نظر نئے سرے سے داڑھیاں رکھوانے کا معاملہ نہیں تھا بلکہ صرف داڑھیوں کی وضع قطع درست کروانا مقصود تھی۔

جہاں تک داڑھی صاف کروانے پر دلیل طلب کرنے کی بات ہے تو یہ کس نے دعویٰ کیا ہے کہ داڑھی صاف کروانا ایک مشروع عمل ہے۔ دیکھیں پیغمبر نے جن چیزوں کو جس لحاظ سے مشروع ٹھہرایا تھا وہ افعال ہمارے لئے اسی لحاظ سے واجب العمل ہیں۔ اور جن چیزوں کے بارے کوئی حکم نہیں یا جنہیں مشروعیت کا موضوع نہیں بنایا ان میں ہم آزاد ہیں۔ اونٹوں کی بجائے گاڑیوں پر سفر، پکی اینٹوں سے مساجد کی تعمیر، ٹیکنالوجی کا استعمال وغیرہ کیا ان چیزوں کی دلیل قرآن وحدیث میں موجود ہے؟....... بالکل نہیں....... جب قرآن واحادیث میں ان چیزوں کے بارے خاموشی ہے تو اسلئے ہم آزاد ہیں۔ بالکل ایسے ہی داڑھی صاف کروانے کے حوالے سے بھی آزاد ہیں، کیونکہ قرآن و حدیث میں کوئی مطلقاً حکم نہیں۔

خلاصہ

1۔ سورہ طٰہٰ میں حضرت ہارون علیہ السلام نے صرف اپنی کا داڑھی ذکر کیا ہے۔اور ذکر سے کسی چیز کا وجود یا استحباب ثابت ہوتا ہے نہ کہ وجوب۔وجوب کے لئے حکم چاہیئے۔

2۔ سورہ النساء میں تغیر خلق اللہ سے مراد فطرت اللہ کو بدلنا یا مبتلائے شرک ہونا مراد ہے۔اگر تغیر خلق اللہ سے مراد محض جسمانی ساخت میں تبدیلی مانیں تو پھر موچھیں کاٹنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیرِ ناف بال مونڈنا یہ افعال بھی خلقت میں تبدیلی کے تحت آئیں گے۔

3۔ کسریٰ کے سُفَراء والی روایت تاریخ میں آئی ہے، محدثین نے اسے قبول ہی نہیں کیا، لیکن اگر بغیر کسی جرح ونقد کے اسے قبول کیا جائے تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سُفَراء کو داڑھی رکھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فطرت میں داڑھی کا توازن بتایا ہے۔

4۔ فطرت والی روایات کو بھی اگر بغیر کسی جرح ونقد کے قبول کیا جائے تو اس سے محض داڑھی کا ایک فطری چیز ہونا ثابت ہوتا ہے، نہ کہ داڑھی کا وجوب، بصورت دیگر اس روایت میں باقی تمام چیزوں یعنی موچھیں کاٹنا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن کاٹنا، انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، ناف کے نیچے کے بال مونڈنا، پانی سے استنجاء کرنا سب کو واجب ماننا پڑے گا، حالانکہ ایسا موقف کسی کے نزدیک درست نہیں۔

5۔ یہود ونصاریٰ، مشرکین یا مجوس والی روایات میں بھی مطلقاً یا نئے سرے سے داڑھی رکھنے کا حکم نہیں، بلکہ روایات کے ہی مطابق یہود ونصاریٰ اور مشرکین بالخصوص ابوجہل کی داڑھی تو پہلے سے

موجود تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کفار کے مقابلے میں داڑھی کی اخلاقی وضع قطع درست کروائی ہے۔

6۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ہر حال میں فہم وایمان میں تمام امت کے علماء سے افضل ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بذاتِ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ بات سنی ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار سے پتا چلتا ہے کہ ''داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو'' والی احادیث کے صحابہ راوی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بالاتفاق مٹھی سے زائد اپنی داڑھیوں کو کاٹتے تھے۔

7۔ مَنۡ تَشَبَّهَ بِقَوۡمٍ فَهُوَ مِنۡهُمۡ والی روایت میں تَشَبَّهَ بِالۡكُفارْ سے مراد ہر کام میں دوسری قوم مخالفت نہیں۔ ورنہ آج ہمیں ہندوؤں، سکھوں، اور یہود ونصاریٰ کی مخالفت میں ہر طرح کی تمام نئی ایجادات چھوڑنی ہوں گی، کیونکہ نت نئی ایجادات کے موجد تو وہی ہیں۔

8۔ درجہ بالا تمام دلائل کا خلاصہ یہی ہے کہ داڑھی مستحب یعنی امورِ عادیہ میں سے ہے، لہٰذا اگر کوئی مسلمان عقیدتاً داڑھی رکھتا ہے تو یہ امر باعث اجر وتحسین ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان داڑھی نہیں رکھتا تو وہ اس سعادت سے محروم تو ہوگا لیکن اسے فاسق یا گناہ کا مرتکب ٹھہرانا درست نہیں۔